درس سیزدهم
تیرھواں سبق

غزلہای خسرو
(خسرو کی غزلیں)

شاعر: امیر خسرو

(۱)

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ابر	بادل	گریہ کنان	روتے ہوئے
می بارد	برستا ہے	بستان	باغ
چون کنم	میں کیسے کروں	روی سیہ	بدنصیب
چنین	ایسا	ستادہ	کھڑے ہیں
دیدہ	آنکھ	بہ وداع	رخصت ہونے کیلئے
بسی دیر	بہت دیر	خار	کانٹا

☆☆☆

۱۔ ابر می بارد و من می شوم از یار جدا — چون کنم دل بہ چنین روز ز دلدار جدا

ترجمہ:
بادل برس رہا ہے اور میں اپنے محبوب سے جدا ہو رہا ہوں۔ ایسے دن میں میں اپنے محبوب سے دل کیسے جدا کروں۔

تشریح:
اس شعر میں امیر خسرو نے برسات کے موسم میں اپنے محبوب سے جدا ہونے کی منظر کشی بہت خوبصورت انداز میں کی ہے۔ برسات کا موسم محبت اور پیار کا موسم ہوتا ہے۔ ایسے موسم میں عاشق اپنے محبوب کی قربت کے آرزومند ہوتے ہیں مگر یہاں ایسے موسم میں شاعر اپنے محبوب سے جدا ہو رہا ہے۔ یہ جدائی اس کیلئے بہت تکلیف دہ ہے۔

۲۔ ابر و باران و من و یار ستادہ بہ وداع — من جدا گریہ کنان، ابر جدا، یار جدا

ترجمہ:
بادل اور بارش، میں اور محبوب جدا ہونے کیلئے کھڑے ہیں۔ میں روتے ہوئے علیحدہ کھڑا ہوں، بادل علیحدہ اور محبوب علیحدہ۔

تشریح:
شاعر نے جدائی کے اس منظر کو بادل اور بارش سے نسبت دیتے ہوئے بادل کے برسنے کو اس کا رونا قرار دیا ہے۔ جیسے بارش بادل کو الوداع کہہ رہی ہے اسی طرح شاعر اپنے محبوب کو الوداع کہہ رہا ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعے میں بادل کے برسنے کو اس کا رونا قرار دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ میں، میرا محبوب اور بادل علیحدہ علیحدہ کھڑے ہیں یعنی تینوں کو جدائی کا غم لاحق ہے۔

۳۔ سبزہ نوخیز و ھوا خرم و بستان سرسبز — بلبل روی سیہ ماندہ ز گلزار جدا

ترجمہ:
تازہ سبزہ اگا ہے موسم خوشگوار اور باغ سرسبز ہے۔ بدنصیب بلبل باغ سے جدا رہ گئی ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے تازہ سبزے، خوشگوار موسم اور سرسبز باغ کا ذکر کر کے بہار کی منظر کشی کی ہے۔ بہار کے موسم میں حسین پھول کھلتے ہیں۔ عاشق بھنورے اور بلبل پھولوں کے حسن کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس شعر میں شاعر نے استعارہ استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو بدنصیب بلبل کہا ہے۔ جو بہار کے اس مستی بھرے موسم میں باغ سے جدا رہ گیا ہے۔ وہ اس موسم میں اپنے محبوب کے حسن کا تماشا نہیں کر سکتا۔ اگر بلبل باغ سے جدا رہے تو اس کیلئے پھولوں کا حسین چہرہ دیکھنا ممکن نہیں۔

۴۔ نعمت دیدہ نخواہم کہ بماند پس از این　　　　ماندہ چون دیدہ از آن نعمت دیدار جدا

ترجمہ:

مجھے آنکھوں کی نعمت نہیں چاہیے کیونکہ اس کے بعد آنکھ اس کے دیدار کی نعمت سے محروم ہو جائے گی۔

تشریح:

شاعر کے دل پر محبوب کی جدائی کا گہرا صدمہ ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے آنکھوں کی نعمت نہیں چاہیے کیونکہ محبوب کے چلے جانے کے بعد میں ان آنکھوں سے اس کا دیدار نہ کر سکوں گا۔ اس لئے آنکھوں کی نعمت میرے کسی کام کی نہیں۔ شاعر آنکھوں کو نعمت تو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے لئے ایسی آنکھوں کا کوئی فائدہ نہیں جو محبوب کا جلوہ نہ دیکھ پائیں۔

۵۔ حسن تو دیر نپاید چو زخسرو رفتی　　　　گل بسی دیر نماند چو شداز خار جدا

ترجمہ:

چونکہ تم خسرو سے دور چلے گئے ہو تمہارا حسن زیادہ دیر تک نہیں رہے گا۔ پھول جب کانٹے سے جدا ہو جائے تو وہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔

تشریح:

خسرو نے اس شعر میں اپنے محبوب کو پھول اور خود کو کانٹا کہا ہے۔ اس نے اپنے محبوب کو یہ احساس دلایا ہے کہ اس سے جدا ہونے کے بعد اس (محبوب) کا حسن زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گا۔ جیسے کانٹے سے جدا ہونے کے بعد پھول زیادہ دیر تک اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا اور مرجھا جاتا ہے اسی طرح محبوب اپنے عاشق سے جدا ہونے کے بعد اپنا حسن برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جدائی کی آگ اس کے حسن کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ شاعر نے اس شعر میں پھول اور کانٹے کا ذکر ایک ہی جگہ کر کے صنعت تضاد سے کام لیا ہے۔

(۲)

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خبرم رسید	مجھے خبر ملی	نگذاردت	تمہیں نہیں چھوڑے گی
امشب	آج رات	بدین سان	اس طرح سے
نگار	محبوب	نیائی	تو نہ آئے
خواہی آمد	تو آئے گا	من نمانم	میں نہ رہوں
آہوان	ہرن کی جمع	ربودی	تو نے لوٹ لئے
برکف	ہتھیلی پر	چہ شود	کیا ہو

☆☆☆

۱۔ خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد　　　　سر من فدای راہی کہ سوار خواہی آمد

ترجمہ:

مجھے آج رات خبر ملی کہ محبوب تو آئے گا۔ میرا سر اس راستے پر قربان جس راستے سے تو سوار ہو کر آئے گا۔

www.downloadclassnotes.com

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آج رات مجھے خبر ملی ہے کہ محبوب آئے گا۔ شاعر اپنے محبوب کو اس قدر چاہتا ہے کہ وہ اپنا سر اس راستے پر قربان کرنا چاہتا ہے جس راستے سے محبوب کی سواری گزر کر آئے گی۔

۲۔ ھمہ آھوان صحرا سرِ خود نہادہ برکف — بہ امید آن کہ روزی بہ شکار خواھی آمد

ترجمہ:

صحرا کے تمام ہرنوں نے اپنے سر اس امید پر اپنی ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں کہ تو ایک دن شکار کرنے آئے گا۔

تشریح:

شاعر اپنے محبوب کے آنے کی خبر سن کر اس قدر خوش ہے کہ وہ اپنی اس خوشی میں صحرا کے ہرنوں کو بھی شریک پاتا ہے۔ معمولاً ہر جنگلی جانور کو اپنی جان عزیز ہوتی ہے اور وہ شکاری سے دور بھاگتا ہے۔ مگر شاعر نے محبوب کی محبت میں برعکس منظر پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحرا کے تمام ہرن اپنے سر اس امید پر ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں کہ ایک دن تو شکار کرنے آئے گا۔

۳۔ کششی کہ عشق دارد نگذاردت بدین سان — بہ جنازہ گر نیائی بہ مزار خواھی آمد

ترجمہ:

وہ کشش جو عشق رکھتا ہے تمہیں اس طرح نہیں رہنے دے گی۔ اگر تو جنازے پر نہ آئے تو مزار پر آئے گا۔

تشریح:

خسرو نے اس شعر میں عشق کی کشش کا بیان نہایت اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہوئے اپنے محبوب سے کہا ہے کہ میرے عشق کی کشش تمہیں ایسے سکون سے نہیں رہنے دے گی۔ اگر میں تمہارے عشق میں مر بھی گیا اور تم میرے جنازے پر بدنامی کے ڈر سے نہ آئے تو میرے مزار پر ضرور آؤ گے۔ کیونکہ میرے عشق کی کشش تمہیں وہاں کھینچ لائے گی۔

۴۔ بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم — پس ازان کہ من نمانم بہ چہ کار خواھی آمد

ترجمہ:

میری جان لبوں پر آ گئی ہے۔ تو آ تا کہ میں زندہ رہ سکوں۔ جب میں ہی نہ رہا تو تو کس لئے آئے گا۔

تشریح:

محبوب کی جدائی میں عاشق کی جان لبوں پر آ گئی ہے۔ وہ اپنے محبوب کو اپنی حالت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری جان لبوں پر آ گئی ہے۔ اب تمہارے آنے سے مجھے نئی زندگی مل سکتی ہے۔ اگر تو نہ آیا تو میں مر جاؤں گا۔ میرے مر جانے کے بعد تمہارا آنا کس کام کا۔ جب میں ہی نہ رہا تو پھر تم کس لئے آؤ گے۔

۵۔ بہ یک آمدن ربودی دل و دین و جان خسرو — چہ شود اگر بدینسان دو سہ بار خواھی آمد

ترجمہ:

ایک دفعہ آنے سے تو نے خسرو کا دل، دین اور جان چھین لیئے اگر تو اسی طرح دو تین بار آئے گا تو کیا ہوگا؟

تشریح:

محبوب کے ایک مرتبہ آنے سے شاعر اپنا دل، دین اور جان دے بیٹھا ہے۔ اس لئے وہ محبوب سے کہتا ہے کہ تمہارے ایک مرتبہ آنے سے میں سب کچھ گنوا بیٹھا ہوں اگر اسی طرح تم دو تین مرتبہ آئے تو میرا کیا بنے گا۔ اس شعر میں شاعر نے اپنے آپ کو محبوب کے عشق میں بے بس ظاہر کیا ہے۔

تمرین کا حل

(۱)

سوال۱: صنف غزل کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: غزل کے معنی عورتوں سے بات چیت کرنے کے ہیں۔اس کے ایک اور معنی ہرن کی دردناک آواز کے ہیں جس کو شکاری کتوں نے آ گھیرا ہو۔غزل بھی دردمند عاشق کی فریاد ہوتی ہے جس سے محبوب کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔غزل کا سرچشمہ تشبیب یا نسیب ہے۔نسیب کے معنی جمال محبوب اور عشقیہ واردات کا بیان ہے۔ایرانی شعرا اپنے قصائد کی ابتدا میں عشق محبوب کا حال بیان کرتے تھے تا کہ ممدوح اس دلچسپ بیان کی طرف متوجہ ہو کر اصل مقصد کی طرف مائل ہو سکے۔قصیدے کے اس ابتدائی حصے کو تشبیب کہا جاتا تھا۔اسی تشبیب سے غزل کا آغاز ہوا اور سعدی شیرازیؒ نے غزل کو جداگانہ حیثیت دی۔

عام طور پر غزل ۵ سے ۱۷ اشعار پر مشتمل ہوتی ہے۔اس کے اشعار کی تعداد اکثر طاق ہوتی ہے۔غزل کے پہلے شعر کو مطلع اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔مقطع میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور پھر ہر شعر کا دوسرا مصرعہ ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔غزل کی زبان ملائم' نازک اور شگفتہ ہوتی ہے۔فارسی کے مشہور غزل گو شاعر سعدی شیرازیؒ امیر خسرو' خواجہ حسن دہلوی' حافظ شیرازیؒ' مولانا جامی' فیضی' عرفی' علامہ اقبال' ملک الشعراء بہار' میرزا غلام رضا روحانی' صادق سرمد' شہریار' رہی معیری' کاظم رجوی اور غالب ہیں۔

سوال۲: شاعر نے پہلی غزل میں کیا کیفیت بیان کی ہے؟

جواب: شاعر امیر خسرو نے اپنی پہلی غزل میں محبوب سے جدا ہونے کی کیفیت بیان کی ہے۔

سوال۳: ''بلبل روسیہ'' اور ''گلزار'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''بلبل روسیہ'' کے لفظی معنی کالے چہرے والی بلبل کے ہیں یعنی بدنصیب بلبل۔غزل میں اس سے مراد خود شاعر یا عاشق ہے۔''گلزار'' کے لفظی معنی باغ کے ہیں لیکن غزل میں گلزار سے مراد عاشق کے محبوب کے ہیں۔

سوال۴: دوسری غزل کے مطلع کا مرکزی خیال کیا ہے؟

جواب: دوسری غزل کا مطلع:

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد   سر من فدای راہی کہ سوار خواہی آمد

دوسری غزل کے مطلع کا مرکزی خیال یہ ہے کہ شاعر کو محبوب کے آنے کی خوشخبری ملی ہے کہ وہ آج آئے گا۔وہ اس راستے پر اپنا سر قربان کرنے کو تیار ہے جس راستے سے محبوب کی سواری آئے گی۔شاعر اپنے محبوب کا بہت بے تابی سے انتظار کر رہا ہے۔

سوال۵: آپ کو ان غزلوں میں سے کون سا شعر زیادہ پسند آیا ہے اور کیوں؟

جواب: مجھے ان غزلوں میں سے یہ شعر زیادہ پسند ہے:

بہ لبم رسیدہ جانم' تو بیا کہ زندہ مانم   پس از آن کہ من نمانم' بہ چہ کار خواہی آمد

یہ شعر مجھے اس لئے پسند ہے کہ اس شعر میں شاعر امیر خسرو نے محبوب سے اپنے عشق کی انتہا کو بہت خوبصورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ وہ اپنے محبوب کو دیکھنے کیلئے اس قدر بے قرار ہے کہ اس کی جان نکلی جاتی ہے۔اس کے زندہ رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ اس کا محبوب آ جائے۔وہ اپنے محبوب کو کہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تمہارا آنا کس کام کا ہوگا۔

☆☆☆

www.downloadclassnotes.com

(۲)

سوال ا: مندرجہ ذیل افعال کون سے ہیں؟ مصدر اور معانی بھی لکھیے :

می بارد۔ نخواہم۔ خواہی آمد۔ بیا۔ ربودی

جواب:

افعال	مصادر	معانی
ا۔ می بارد (برستا ہے) فعل مضارع اخباری	باریدن	برسنا
۲۔ نخواہم (میں نہیں چاہتا) فعل مضارع اخباری	خواستن	چاہنا
۳۔ خواہی آمد (تو آئے گا) فعل مستقبل	آمدن	آنا
۴۔ بیا (آ تُو) فعل امر	آمدن	آنا
۵۔ ربودی (تو چھین کر لے گیا) ماضی مطلق	ربودن	چھین کر لے جانا

سوال ۲: جمع بنائیے: ابر۔ سبزہ۔ نعمت۔ نگار۔ جان

جواب:

واحد	جمع
ابر (بادل)	ابرھا
سبزہ (سبزہ)	سبزہ ھا
نعمت (انعام)	نعمت ھا
نگار (محبوب)	نگاران
جان (محبوب)	جانان

سوال ۳: امیر خسرو کی ادبی اور ثقافتی خدمات پر جامع نوٹ لکھیے۔

جواب: **امیر خسروؒ**

نام ابوالحسن اور لقب یمین الدولہ تھا۔ امیر خسرو کے نام سے مشہور ہوئے۔ امیر خسرو ۶۵۱ ہجری میں پٹیالی (ہندوستان) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیف الدین محمود کا تعلق لاچین قبیلے سے تھا۔ ترکستان کا شہر کش آپ کا وطن تھا۔ فتنہ تاتار میں سیف الدین محمود وسط ایشیا سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور پٹیالی کے مقام پر آباد ہو گئے اور سلطان شمس الدین التمش کی فوج میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز ہو گئے۔ امیر خسروؒ بچپن ہی میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ امیر خسروؒ نے باقاعدہ تعلیم نہیں پائی۔ تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خواجہ اسد الدین سے فن خطاطی سیکھا اور آپ متعدد زبانیں بھی جانتے تھے۔

امیر خسروؒ کی تقریباً تمام عمر حکمرانوں کے درباروں سے منسلک رہ کر گزری آپ نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پیر و مرید میں بے پناہ ارادت اور محبت تھی۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے آپ کو ترک اللہ کا لقب دیا۔ آپ نے ۷۲۵ ہجری میں وفات پائی اور اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں دفن ہوئے۔

امیر خسرو جیسی شخصیت کہیں صدیوں میں ایک بار پیدا ہوتی ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے نامور ادیب، بے مثال شاعر، صوفی باصفا اور علم موسیقی پر عبور حاصل رکھنے والے شخص تھے۔ امیر خسرو ان خوش نصیب شاعروں میں سے ہیں جنہیں ان کی اپنی زندگی میں شہرت اور مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ شاعری کے پانچ دیوان دس مثنویاں اور نثر کی تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ دیوانوں کے نام یہ ہیں تحفۃ الصغر' وسط الحیوۃ' غرۃ الکمال' بقیہ نقیہ اور نہایۃ الکمال۔ انہوں نے اپنی بیشتر کتابیں خود اپنی زندگی میں ہی ترتیب دیں۔ آپ نے اپنے پانچ دیوانوں میں خاصے طویل دیباچے خود اپنے ہی قلم سے لکھے۔ اکثر قصائد کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ کب اور کس کی شان میں کہے گئے۔

امیر خسرو کو قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی غرض تمام اصنافِ شعر میں مکمل عبور حاصل تھا۔ ان کے عارفانہ اور حکیمانہ قصیدے بہت اہم ہیں۔ نظامی گنجوی کے بعد وہ مثنوی کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ خمسہ نظامی کا جواب، ان سے بہتر آج تک کسی اور نے نہیں دیا۔ ان کے نام سے منسوب کئی پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں آج بھی ان کی یاد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ بہت زندہ دل انسان تھے۔ مذہبی اور علاقائی تہواروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کے گیت صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی زندہ اور تروتازہ ہیں۔ نازک خیالی، جدتِ فکر اور رفعت خیال ان کے فارسی کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی مشکل گوئی کا رخ نہیں کیا۔ ان کی غزلیں درد و سوز، ولولہ و سرمستی اور موسیقیت سے لبریز ہیں اور آج تک برصغیر کی محافلِ سماع میں سب سے زیادہ مقبول ہیں۔

معروضی سوالات

1: کثیر الانتخابی سوالات (Multiple Choice Questions)

☆ ہر سوال کے نیچے چار ممکنہ جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک جواب درست ہے۔ درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

-1 ☆امیر خسروؒ مرید تھے:

(الف) خواجہ معین الدین چشتیؒ کے (ب) حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ✓ (ج) خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے (د) حضرت داتا گنج بخشؒ کے

-2 ☆غزل کے پہلے شعر کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) مطلع ✓ (ب) گریز (ج) مقطع (د) تشبیب

-3 ☆امیر خسروؒ کس سن میں فوت ہوئے؟

(الف) 625 ہجری میں (ب) 650 ہجری میں (ج) 700 ہجری میں (د) 625 ہجری میں ✓

-4 ☆غزل کے اشعار کم از کم کتنے ہونے چاہئیں؟

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ ✓

-5 ☆غزل کا آخری شعر کہلاتا ہے:

(الف) مطلع (ب) دعا (ج) مقطع ✓ (د) گریز

☆☆☆☆☆☆